

کوئی ہمسفر نہیں ہے
تمثیلہ لطیف



کوئی ہم سفر نہیں ہے

(اُردو شعری مجموعہ)

شاعرہ

تمثیلہ لطیف

ASI Publications Pakistan

Azeem Plaza Committee Chowk Murree Road Rawalpindi



جو شخص جوانی میں مطالعے کا شوقین ہو؛ اُس کا مستقبل آفتابِ صبح کی مانند روشن ہوتا ہے۔

(چینی کہاوت)

ISBN : 978-627-524-000-0

نام کتاب : کوئی ہم سفر نہیں ہے

شاعرہ : تمثیلہ لطیف

ناشر : شہزاد اُفق

کتابت : تہذیب

اشاعت : ۲۰۲۵

قیمت : ۱۰۰۰

پرنٹرز : ادب سماج انسانیت



عظیم پلازہ کمیٹی چوک مری روڈ راولپنڈی

فون نمبر: 051 5184707 واٹس ایپ 0312 5400326

asipak0786@gnail.com/ www.adabsamajinsaniat.com

انتساب

شازیہ عالم شازی

اشعر عالم عماد

کے نام

تاثرات

فہرست

تمثیلہ لطیف؛ غمِ ہجراں کی شاعرہ

ڈاکٹر مقصود جعفری

تمثیلہ لطیف کا تعلق راولپنڈی شہر سے ہے۔ آپ کی شاعری کی کتاب "کوئی ہمسفر نہیں ہے" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ آپ نے اس کا دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ میں نے آپ کی شاعری کو بصد ذوق و شوق پڑھا۔ جیسے آپ ایک سادہ دل خاتون ہیں ویسے ہی آپ کی شاعری سادہ و سلیس ہے اور آپ کی شخصیّت نفیس ہے۔ آپ کی شاعری ادق پسندی سے دُور، جذبات سے بھرپُور اور شُعلۂ طُور ہے۔ احساسات میں شدّت اور افکار میں جدّت ہے۔ دردِ ہجراں کا بیان اور غم دل کی داستان ہے۔ آپ کے اشعار میں خواب، آنسو، حسرت، غم اور حسرت کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں جو دردِ دروں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اسلوب میں روایت کا رنگ اور جذبات میں آہوں کا آہنگ نمایاں ہے۔ کہیں کہیں زندگی کے مسائل پر بھی اشعار مل جاتے ہیں مگر مجموعی طور پر آپ کی شاعری اُس کُونج کی مانند ہے جو کارواں سے بچھڑ گئی ہو۔ یہ شاعری ایک آہِ دلسوز ہے۔ شاعرہ زخمِ غمِ جاناں سے چُور چُور اور زندانِ یادِ ماضی میں محصور ہے۔ آپ کا خوابِ محبّت خوابِ پریشاں بن گیا۔ آپ خوابوں کی شاعرہ ہیں۔ احمد فراز نے کہا تھا۔

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

احمد فراز کی طرح تمثیلہ لطیف بھی خوابوں کے سہارے زندہ ہیں۔ کیا علاجِ غمِ ہجراں اختر انصاری دہلوی کے اِس شعر میں ہے۔

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مُجھ سے حافظہ میرا

علاجِ غمِ ہجراں نہ ہی چارہ گر اور نہ ہی طبیبِ حاذق کے پاس ہے۔ بقولِ امیر خسرو۔

از سرِ بالینِ من بر خیز اے ناداں طبیب
دردمنِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

تمثیلہ لطیف کی شاعری آتشِ دروں کی شاعری ہے۔ فراقِ دوست نے اُن کی زندگی کو تماشا اور غبارِ راہ بنا دیا ہے۔ کہتی ہیں۔

بچھڑ کے تُجھ سے تماشا بنی ہے میری حیات
تمہارے بعد کہیں میری آبرو ہی نہیں
غبارِ راہ ہوئی اِس لیے بھی تمثیلہ
اَسے تو پھولنے پھلنے کی آرزو ہی نہیں

یہ غبارِ راہ دراصل غبارِ راہِ زندگی ہوتا ہے۔ غمِ جاناں میں جہاں کئی عوامل شامل ہوتے ہیں وہاں زندگی کی مشکلات اور مسائل کا بھی حصّہ ہوتا ہے۔ بیدل دہلوی نے خُوب کہا تھا۔

ہر کجا رفتم غبارِ زندگی در پیش بُود
یا رب ایں خاکِ پریشاں از کجا برداشتم

آپ بنیادی طور پر غزل کی شاعرہ ہیں۔ آپ کی کتاب میں چند نظمیں بھی ہیں اور وہ بھی غمِ ہجراں کی عکّاس ہیں۔ ایک یہی تمنّا، آج کتنی تنہا ہوں، دُوریاں بڑھاتے ہیں، ہو گئے بے وفا، محبّت کیسے

ہوتی ہے، التجا، دل کے آنگن میں اِن کی نمائندہ منظومات ہیں۔ اِن نظموں کے عنوانات ہی بتاتے ہیں کہ شاعرہ قفسِ ہجراں میں مقّید زخمی طائرِ بے بال و پر کی طرح لرزیدہ و ترسیدہ و رنجیدہ ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ آپ کی شاعری دل کی شاعری ہے "از دل خیز د و بر دل ریزد" والا معاملہ ہے۔ اسی لئے دردِ دروں کا اظہار یوں کرتی ہیں۔

ابرِ کرم اِدھر بھی کبھی ٹُوٹ کر برس
صحرا کی تشنگی ہے مرے کُنج ذات میں

ایک اور غزل میں کہتی ہیں۔

زندگی چیخ بن گئی میری
درد ایسے الجھ پڑا مجھ سے

جو آگ جس کے پاس ہے، وہ اُس کے پاس ہے
اوروں کی آگ میں یہاں جلتا نہیں کوئی

گو آپ کی شاعری غمِ ہجراں کا بیاں ہے لیکن کہیں کہیں غمِ دوراں کی بھی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ کہتی ہیں۔

غمِ جاناں، غمِ زمانہ کو
اپنے اندر ہی ہم سموتے ہیں

آپ کا جذبۂ دل منزلِ زندگی کی طرف گامزن ہے۔ عاشقی ناکام سہی، زندگی ناکام نہ ہو۔ عاشقی میں ہار بھی عاشقِ صادق کی جیت ہوتی ہے۔ بقولِ فیض احمد فیض۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں



کومل لفظوں کی شاعرہ

تمثیلہ لطیف کا شمار اُن قلمکاروں میں ہوتا ہے جو قلم سے شعوری طور پر مانوس ہوتے ہیں۔ عرصہ دراز سے ادب سے وابسطہ ہیں۔ اور اپنی قلم سے کئی نسخے دان کر چکی ہیں۔ ادب کی ترویج کے لیے ہر لحظہ متحرک رہنے والے ادباء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں پختگی خوب صورتی اور لفظوں کے اندر رَچاؤ ملتا ہے جو لائقِ تحسین ہے۔ موضوعاتی طور پر اگر ان کو لیا جائے تو کوئی الجھاؤ یا مشکل پسندی نہیں ملتی۔

سہل زبان کا استعمال، عمومی بحور کا انتخاب آپ کا خاصا ہے۔ البتہ قافیہ ردیف میں یہ بات ملحوظِ خاطر رکھی گئ کہ جدت و کلاسیکیت کا امتزاج۔ جو آپکی غزل کو چار چاند لگاتا ہے۔ آپ کا نسخہ "کوئی ہمسفر نہیں ہے" اس بات کا عکاس ہے کہ آپ نے جب یہ نسخہ تحریر کیا یقیناً آپ شعوری طور پر تمام مسائلِ دوراں و جاناں سے آشنا تھی جن کی عکاسی آپکے قلم نے بلا تکلف کی ہے۔ اردو ادب میں آپ کی یہ کاوش ایک خوب صورت اضافہ ہے۔ آپ کے لیے نیک تمنائیں!

خیر اندیش

معظمہ نقویؔ



تمثیلہ لطیف کا شعری مجموعہ "کوئی ہمسفر نہیں ہے" کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی

اردو شعری مجموعہ تمثیلہ لطیف کی غزلیات پر مشتمل ہے جس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں، تنہائی، امید و ناامیدی، محبت، اور انفرادی جذبوں کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب میں شاعرہ نے اپنے احساسات کو سادہ شعری اسلوب سے بیان کیا ہے، یہ شعری مجموعہ قاری کو خود میں گم ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ شاعرہ کہتی ہیں:

"ہم تری یاد میں یوں روتے ہیں
فصل اک آنسوؤں کی بوتے ہیں"

تمثیلہ لطیف کی یہ کتاب جدید اردو غزل کے میدان میں اپنی انفرادیت رکھتی ہے اور روایتی موضوعات کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے جدید زاویے بھی پیش کرتی ہے۔ شاعرہ دل کے زخم کی بات یوں کرتی ہیں:

"کام ایسا نہ کر سکا کوئی
زخم دل کا نہ بھر سکا کوئی "

کتاب کا بنیادی موضوع تنہائی اور جدائی ہے۔ شاعرہ نے اپنے احساسات اور جذبات کو تخلیقی انداز میں خوبصورت شاعری کی شکل میں پیش کیا ہے اور زندگی کے کٹھن اور مشکل لمحات کو شعری

پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی غزلوں میں محبت، انتظار، فراق، اور معاشرتی حالات کی بھرپور عکاسی دیکھنے کو ملتی ہے۔

ان موضوعات کو شاعرہ نے اتنی نفاست سے بیان کیا ہے کہ قاری خود کو غزل کے ماحول میں خود کو قید محسوس کرتا ہے۔ آپ کی شاعری میں میر تقی میر کا ذکر بھی ہے:

"بارہا ایسا ہوا شام الم
میر کے اشعار گا کر ہنس لیے"

آپ کی شاعری کا انداز نہایت سادہ اور پرکشش ہے۔ شاعرہ کی اکثر غزلیں مختصر بحر میں ہیں لیکن ہر غزل میں گہری معنیٰ پائی جاتی ہے۔ تمثیلہ لطیف نے غزل کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید انداز اپنانے کی کوشش کی ہے، جس سے قاری کو ایک منفرد اسلوب پڑھنے کو ملتا ہے۔ ان کے کلام کی ساخت مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ لیکن معنیٰ خیز بھی ہے، جو ایک غزل کو مکمل کہانی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ تمثیلہ کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

"کبھی فرصت ملے تو سن لینا
تجھ سے کرنی ہے ایک بات ذرا"

آپ کی شاعری میں مختلف ادبی عناصر کا استعمال عمدگی سے کیا گیا ہے۔ انہوں نے تشبیہات، استعارے، اور علامات کا بہترین استعمال کیا ہے، جس سے ان کی غزلیں مزید پرکشش اور معنیٰ خیز بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی غزلوں میں زبان کی سادگی کے ساتھ ساتھ گہرائی کا عنصر بھی نمایاں طور پر نظر آرہا ہے، جو قاری کو غزل کے معانی میں محو ہونے پر مجبور کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں بے ساختگی اور نفاست کو برقرار رکھتے ہوئے موضوعات کو ادبی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاعرہ کہتی ہیں:

"تم اگر اک قدم بڑھاؤ گے
اپنے پہلو میں مجھ کو پاؤ گے "

تمثیلہ لطیف کی شاعری میں ہمیں ان کے منفرد خیالات اور جذبات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اپنی شاعری میں وہ ہر غزل میں قاری کے ساتھ گفتگو کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، اور اس طرح کی شاعری قاری کو اپنے ساتھ جوڑے رکھتی ہے۔ ڈاکٹر مقصود جعفری اور معظمہ نقوی نے اپنے تنقیدی تبصروں میں تمثیلہ لطیف کی شاعری کی معنویت اور گہرائی کو سراہا ہے۔

انہوں نے شاعرہ کی تخلیقی صلاحیت اور اس کے جذبات کی عکاسی کو قابل ستائش قرار دیا ہے۔ شاعرہ کے الفاظ میں سادگی اور تاثیر کی جھلک بھی نظر آتی ہے، جو ان کی غزلوں کو دیگر خواتین شاعرات کے کلام سے نمایاں کرتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "کوئی ہمسفر نہیں ہے" تمثیلہ لطیف کا ایک بہترین شعری مجموعہ ہے جو اردو ادب میں نئے اور منفرد اسلوب کی شاعری ہے۔ ان کی شاعری میں جذبات کی بھرپور عکاسی، موضوعات کا تنوع، اور سادگی کے ساتھ گہرائی بھی موجود ہے۔ یہ کتاب اردو ادب میں ایک بہترین اضافہ ہے اور اردو شاعری کے شائقین کے لیے ایک قیمتی سرمایہ بھی ہے۔ میں شاعرہ کو کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔



حرفِ آغاز

میرا ادبی سفر ۲۰۰۲ سے شروع ہوا پہلا شعری مجموعہ۔ کوئی ہمسفر نہیں ہے۔ یہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہے پہلا ایڈیشن ۲۰۰۵ میں شائع ہوا دوسرا ایڈیشن میری تیسری کتاب اشکِ تمنا کے ساتھ یکجاں کر کے شائع ہوا میں نے آج تک جو لکھا جتنا لکھا بنا کسی استاد کے اور اصلاع کار کے لکھا ادب سے مجھے بچپن سے لگاؤ تھا تو بس ادب سے محبت ہو گئی کچھ ارد گرد کے ماحول رشتوں کی رویوں کی بے رخیاں میری حساسیت کو بے حد متاثر کرتی آئی ہیں آج کے موجودہ دور میں اور ادب کے اس سفر میں جہاں لوگوں کو شہرت کے نشے نے لاغر اور معذور کر دیا ہے وہاں دوسری طرف منافقت شر پسندی دکھاوا اور انا کی سرکشی میں بھی ادب کی اہمیت کو کھوکھلا کرتے ہوئے محض نام کے ادیب بنے پھرتے ہیں مجھے اس ماحول سے شروع سے چڑ رہی ہے میں کبھی مشاعروں کا حصہ نیں بنی نہ کبھی شہرت کے پاگل پن کو خود پر سوار کیا ہے بس کوشش کی ہے جو لکھا ہے تسکینِ دل کے لئے لکھا ہے میری کتاب اعزازی شائع ہوتی آئی ہیں جو کہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات رہی ہے میں امید کرتی ہوں میرے اس ادبی سفر میں کچھ بہت ہی مخصوص اور معتبر لوگ میرے لئے دعا گو ہیں جن کی دعاؤں سے میں یہاں تک ہوں میرے اس سفر میں دعاؤں کا ہی ساتھ رہا ہے بس

اس لئے مجھکو خوشی ہے کہ چند لوگ ہی سہی کم سے کم وہ مخلص اور سچے تو ہیں اسی کے ساتھ ان سب کی شکر گزار ہوں دل سے

طالبِ دعا

تمثیلہ لطیف (راول پنڈی)



نعت مقبول ﷺ

بادشاہی ہے نرالی تیری
ساری دنیا ہے سوالی تیری

روشنی پاتا ہے عالم تجھ سے
کملی شانے پہ ہے کالی تیری

تجھ سا دنیا میں نہیں آیا کوئی
ہر ادا دیکھنے والی تیری

امن کے شہر مدینہ مکہ
کیا ریاست ہے مثالی تیری

کسی کو پانے کی اب دل میں جستجو ہی نہیں
ہمارے پیشِ نظر کوئی آرزو ہی نہیں

ہماری ہستی ہے اُس پھول کی مثال اب کے
کہ جس کے دامنِ امکاں میں رنگ و بو ہی نہیں

اُسی سے رہتی ہوں میں محوِ گفتگو اکثر
وہ ایک شخص کہ جو میرے رو برو ہی نہیں

بچھڑ کے تجھ سے تماشہ بنی حیات مری
تمہارے بعد کہیں میری آبرو ہی نہیں

زمانے بھر کی مجھے ہمراہی ملے بھی تو کیا
مرے نصیب میں جب میرے دوست تو ہی نہیں

غبارِ راہ ہوئی اس لیے بھی تمثیلہ
اسے تو پھولنے پھلنے کی آرزو ہی نہیں



دل کو کہاں قرار ذرا دن میں رات میں
ایسی کوئی لکیر نہیں میرے ہات میں

مثلِ شرار مجھ پہ تو برسا ہے کس لیے
تلخی تھی اس قدر بھی کہاں میری بات میں

ابرِ کرم ادھر بھی کبھی ٹوٹ کر برس
صحرا کی تشنگی ہے مرے کُنجِ ذات میں

جاؤں میں جس طرف بھی راہِ زندگی کے بیچ
بیٹھے ہوئے ہیں میرے عدو میری گھات میں

دامن میں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں رہا
اُلجھی ہے جب سے آنکھ میری کائنات میں

دل کو کہیں قرار نہ تمثیلہ مل سکا
جاگا ہے ایسا کرب کوئی میری ذات میں



جیسے گری ہو برقِ تپاں جس کی شاخ پر

میں راہِ زندگی میں ہوں وہ بے اماں شجر

دُنیا نے اس کو جڑ سے اکھاڑا ہے دوستو

جس پیڑ پہ تھا آیا محبت کا کچھ ثمر

کیسے سسک کے یہاں جی رہے ہیں ہم

جانے تری بلا تجھے اس کی ہے کیا خبر

ہم دن کی روشنی میں لگاتے ہیں قہقہے

روتے ہیں تیری یاد میں ہم رات بھر مگر

اُلجھی ہوئی ہے سانس کی ڈوری تو کیا ہوا

آخر کو کٹ ہی جائے گا جیون کا یہ سفر

تمثیلہ اُس سے شکوہ نہیں من کی آگ کا

جلتی ہوئی لکیر ہے قسمت کی ہاتھ پر

ہوتی ہیں اب بھی اُس کی درِ دل پہ دستکیں
جو شخص میری ذات سے بیگانہ ہو گیا

اُس بے وفا کے ذکر پر روئی تھی ایک بار
ہر اشک میری آنکھ کا افسانہ ہو گیا

پیتی ہوں تیری یاد میں ایسے لہو کے گھونٹ
انداز ہو بہ ہو مرا رندانہ ہو گیا

اس بار اس کی یاد میں شدت تھی اس قدر
لبریز میرے ضبط کا پیمانہ ہو گیا

آنے لگا ہے ہم کو علاجِ غمِ حیات
اپنا مزاج جیسے حکیمانہ ہو گیا

سینے میں دل کا حال ہے تمثیلہ اس طرح
جیسے نثار شمع پر پروانہ ہو گیا



میرے ہمدم ترے سوا مجھ سے
موسمِ گُل ہوا خفا مجھ سے

زندگی چیخ بن گئی میری
ورد ایسے اُلجھ پڑا مجھ سے

مانگتا ہے مرے وہ خال و خد
تیری فرقت میں آئینہ مجھ سے

کس نے مجبور کر دیا مجھ کو
کس نے چھینا ہے حوصلہ مجھ سے

پوچھتا ہے ترا پتہ اکثر
شبِ فرقت میں اِک دیا مجھ سے

پھر جلایا ہے دیپ یادوں کا
پھر اُلجھنے لگی ہوا مجھ سے

کیا بتاؤں جہاں کو تمثیلہ
کون تھا جو ہوا جدا مجھ سے

روشنی دل میں وہ کہاں ہے اب
آرزوؤں کا بس دھواں ہے اب

دل کے آنگن میں تیری یادوں کا
ایک ہلکا سا بس گماں ہے اب

بد گماں تھی کبھی زمیں مجھ سے
میرا دشمن یہ آسماں ہے اب

منزلوں کا پتہ تھا جس پر رقم
زد پہ آندھی کی وہ نشاں ہے اب

یاد آتے تو ہو مگر ہمدم
پہلی شدت سی وہ کہاں ہے اب

دیکھ اس کے بغیر تمثیلہ
زندگی اپنی رائیگاں ہے اب

تری تلاش میں کیا کیا نہ کھو دیا میں نے
کہیں پہ اشک کہیں داغِ دل رُبا میں نے

کیے ہیں جب بھی رقم زندگی کے غم ہمدم
تمہارا ذکر کہیں بھی نہیں لکھا میں نے

میں بے وفا ہوں چلو دوست مان لیتی ہوں
کیا ہے تجھ سے جدا اپنا راستہ میں نے

تری خوشی ہی مری زندگی کا حاصل ہے
ہر ایک جرم ترا اپنے سر لیا میں نے

ہر ایک دشت کی اب مجھ کو خاک چھاننی ہے
تمہارے عشق میں کرنی ہے انتہا میں نے

وہ جاگ جائے نہ یہ سوچ کرائے تمثیلہ
سرہانے اپنے رکھا ہے یہ رت جگا میں نے

تلخیِ غمِ حیات کی سہتا نہیں کوئی
میری طرح فراق میں روتا نہیں کوئی

اتنی بھی اپنے پاس اب فرصت نہیں رہی
احساس دوسروں کا تو رکھتا نہیں کوئی

جو آگ جس کے پاس ہے وہ اُس کی آگ ہے
اوروں کی آگ میں یہاں جلتا نہیں کوئی

سایہ بھی میرے ساتھ نہیں ہے غمِ حیات
مجھ جیسا اس جہان میں تنہا نہیں کوئی

دنیا میں ایک سے بڑھ کر حسیں ہیں لوگ
تجھ سا حسیں جہان میں دیکھا نہیں کوئی

تمثیلہ اور بھی ہیں بہت دلرُبا مگر
اس کے بغیر آنکھ میں جچتا نہیں کوئی



اک یہی تمنا ہے

یہی آرزو مرے دل کی

تم کو دیکھوں

کبھی ملوں تم سے

شکل و صورت میں

آپ کیسے ہو

فون پہ

یوں تو بات ہوتی ہے

تیری آواز ہے یا جادو سا

جس میں

پوری میں کھو سی جاتی ہوں

تیری آواز کے فسوں سے یہی

اک تمنا سی دل میں اٹھتی ہے

کسی جانب

کسی بھی سمت سے دوست

تم مری زندگی میں آجاؤ

بند آنکھوں میں جیسے

خواب کوئی

خار کے ساتھ گلاب کوئی

میری دنیا

حسین ہو جائے

آ بھی جاؤ

کہیں سے آ جاؤ





کب دامنِ حیات میں سارے ہیں میرے خواب
میں ہوں ادھوری اس لیے آدھے ہیں میرے خواب

دامن پہ یہ جو قطرے لہو کے ہیں میرے دوست
آنکھوں کی پُور پُور سے رِستے ہیں میرے خواب

اشکوں نے ضبط کے سبھی ساحل بہا دیے
اِس بار اتنی زور سے ٹوٹے ہیں میرے خواب

تم جس جگہ پہ چھوڑ کے مجھ کو جدا ہوئے
اب بھی اُسی مقام پر رکھے ہیں میرے خواب

اکثر میں کچی نیند میں اٹھنے لگی ہوں اب
کچھ ایسے میری آنکھ میں الجھے ہیں میرے خواب

تمثیلہ بے قرار ہوں اس واسطے بھی میں
کچی ہے میری عمر اور کچے ہیں میرے خواب

آج کتنی تنہا ہوں

دیکھ میں
آج کتنی تنہا ہوں
کون دیکھے
یہ بے بسی میری
کوئی ایسا
کہاں زمانے میں
کوئی بھی
اب نہیں ہے اس قابل
آج اپنا
کہوں تو کس کو کہوں
کوئی ہمراز
کوئی دوست نہیں
بوجھ ہے
زندگانی میرے لیے
کچھ جہاں میں نہیں ہے میرے لیے

دیکھ میں

آج کتنی تنہا ہوں

خواہشیں

سب بکھر گئیں میری

خواب میرے

تمام ٹوٹ گئے

جیسے

تعبیر ہی نہ تھی ان کی

زندگی

جیسے اک تماشا ہے

کون جانے

کہ کس کے دل میں یہاں

جو چھپا ہوا ہے

دیکھ میں

آج کتنی تنہا ہوں



جس قدر بھی میں خواب دیکھتی ہوں
شب سے نکلے گلاب دیکھتی ہوں

میں نکلتی ہوں ایک اُلجھن سے
اِک نیا اضطراب دیکھتی ہوں

یاد آتا ہے بے وفا جب بھی
اپنی آنکھیں پُر آب دیکھتی ہوں

پہلے دیکھوں میں ایک کچا گھڑا
بعد اس کے چناب دیکھتی ہوں

دن میں تجھ کو میں بھولنا چاہوں
شب کو تیرے ہی خواب دیکھتی ہوں

جب بھی دیکھوں اسے میں تمثیلہ
آنکھ بھر بے حساب دیکھتی ہوں



ہم تری یاد میں یوں روتے ہیں
فصل اِک آنسوؤں کی بوتے ہیں

تو ہمیں کس لیے منائے گا
ہم بھلا کون تیرے ہوتے ہیں

غمِ جاناں غمِ زمانہ کو
اپنے اندر ہی ہم سموتے ہیں

جان سکتی نہیں جسے دنیا
ایسے کچھ حادثے بھی ہوتے ہیں

پھول اپنی گرفت میں کب ہیں
ہار اشکوں کے ہم پروتے ہیں

روز اِک آرزو مچلتی ہے
روز ہم بے قرار ہوتے ہیں

اپنے دامن کے داغ تمثیلہ
ہم تو اشکوں سے اپنے دھوتے ہیں



جس کا حسین چہرہ میرے دل کو بھا گیا
وہ شخص مجھ کو چھوڑ کے آخر چلا گیا

ڈھونڈا ہے تجھ کو میں نے کچھ اتنے جنون سے
میں اُس طرف گئی ہوں جدھر راستہ گیا

دیمک کی طرح چاٹ گیا ہے تمہارا غم
یہ اژدھا تو میری جوانی کو کھا گیا

اپنا شباب ڈال دیا جس کی گود میں
اب سوچتی ہوں اس نے بھلا مجھ کو کیا دیا

جس کے سبب تھی دل کے اندھیروں میں روشنی
ہم نے وہ آرزو کا دِیا بھی بجھا دیا

تمثیلہ دل کا بوجھ یوں ہلکا کیا سدا
جب اس کی یاد آئی تو آنسو بہا دیا



یہ کیسا درد مقدر میں لکھ دیا اُس نے
مرے نصیب کو پتھر میں لکھ دیا اُس نے

میرے وجود کو تخلیق کی قبا دے کر
شکستِ ذات کے محور میں لکھ دیا اُس نے

میں جس کے واسطے سورج کشید کرتی رہی
شکستہَ رات کے منظر میں لکھ دیا اُس نے

مرے وجود کے کھلتے ہوئے گلابوں کو
ہوائے دستِ ستم گر میں لکھ دیا اُس نے

میں ایسا اشکِ تمنا ہوں جس کو تمثیلہ
ہمیشہ دیدۂ اختر میں لکھ دیا اُس نے

نا واقفِ جذبات وہ انسان نہیں تھا
اپنا تھا کوئی غیر یا انجان نہیں تھا

دل تیرے علاوہ کبھی دھڑ کا نہ میری جاں
حالانکہ تیرے ساتھ یہ پیمان نہیں تھا

میں تجھ سے بچھڑ کر بھی ہوں زندہ مرے ہمدم
تُو جسم تو میرا تھا مگر جان نہیں تھا

ہوتا جو کسی اور سے منسوب کسی طور
اِک آدھ بھی اس دل میں ارمان نہیں تھا

دورانِ جدائی جو ہوا چاک ہمیشہ
کچھ تم ہی کہو میرا گریبان نہیں تھا

یہ شعر کہ جس درجہ بھی تمثیلہ لکھے ہیں
سب زخم تھے سینے کے یہ دیوان نہیں تھا



دل کی طلب میں ساتھ بھی چلنا پڑا مجھے
اُس کا ہر ایک ظلم بھی سہنا پڑا مجھے

ٹوٹے کچھ ایسے ضبط کے بندھن شبِ فراق
اشکوں سے دل کے داغ کو دھونا پڑا مجھے

اُس نے لیا تھا میری انا کا جب امتحاں
شیشے کے ساتھ سنگ بھی رکھنا پڑا مجھے

آئی نہ راس اس کی جدائی کسی طرح
پھر خود غمِ جہان میں ڈھلنا پڑا مجھے

مجھ کو ہر ایک گام پہ ٹھوکر ملی نئی
منزل کی جستجو میں سنبھلنا پڑا مجھے

تمثیلہ چل دیا تھا وہ دامن سمیٹ کر
تنہا وفا کی آگ میں جلنا پڑا مجھے



دوریاں بڑھاتے ہیں

دوریاں حد سے جب گزرتی ہیں

ہر قدم

فاصلے بڑھاتی ہیں

زندگی کے طویل رستے پر

جن کے دامن میں بے وفائی ہو

جس قدر

ان کو ٹوٹ کر چاہو

اپنی عادت نہیں بدل سکتے

توڑ دیتے ہیں

دل کا آئینہ

ہم تو سادہ مزاج لوگ ہیں دوست

ہم یہ سب کچھ

سمجھ نہیں سکتے

ہم کو ہوتا ہے

ہر گھڑی ہر پل

ایک احساس بس وفاؤں کا

چاہتوں کا

محبتوں کا پاس

ہر کسی پر یقین کرتے ہیں

ہم وہ سادہ مزاج لوگ ہیں دوست

فاصلوں کو جو کم ہی کرتے ہیں

زندگی کے طویل رستے پر

جن کے دامن میں بے وفائی ہو

بس وہی

دوریاں بڑھاتے ہیں



کام ایسا نہ کر سکا کوئی
زخم دل کا نہ بھر سکا کوئی

آنکھ کے راستوں سے روح تلک
کون ہے جو اتر سکا کوئی

اس جہانِ خراب کے اندر
میری صورت سنور سکا کوئی !!

صحنِ گلشن میں ایک غنچہ بھی
پھول بن کر نکھر سکا کوئی !!

جیسے بکھری ہوں میں زمانے میں
نہ خاک بن کے بکھر سکا کوئی

میرے بِن اپنی آنکھ تمثیلہ
آنسوؤں سے نہ بھر سکا کوئی



داغ سینے کے چھپا کر ہنس لیے
یا کبھی آنسو بہا کر ہنس لیے

ہمارا یہ حوصلہ ہے دوستو
داغ دامن پر سجا کر ہنس لیے

کھا کے ہم ٹھوکر کبھی مُسکا لئے
اور کبھی ٹھوکر لگا کر ہنس لئے

بارہا ایسا ہوا شامِ الم
میر کے اشعار گا کر ہنس لیے

گھر کا آنگن جب لگا ڈسنے ہمیں
ہم ترے کوچے میں جا کر ہنس لیے

کیا ہے تمثیلہ ہماری زندگی
زندگی پہ کھلکھلا کر ہنس لئے



خواب جتنے تھے سبھی میرے اُدھارے رہ گئے
نیند کے دامن میں کچھ بُجھتے ستارے رہ گئے

ہر طرف موجوں کا ہے اک حشر برپا اور میں
دور میلوں دور میرے سب کنارے رہ گئے

منزلوں کے سب نشاں منہ زور آندھی لے اُڑی
میرے دامانِ طلب میں کچھ شرارے رہ گئے

ایک دھندلا سا گماں ہے بچپنے کا آس پاس
کچھ کھلونے رہ گئے ہیں کچھ غبارے رہ گئے

چل دیا وہ غیر کی اُلفت کا دامن تھام کر
ہم اکیلے دشت میں اُلفت کے مارے رہ گئے

کب ہوئی پوری کوئی بھی آس تمثیلہ مری
جس قدر ارمان تھے وہ دل میں سارے رہ گئے



ہو گئے بے وفا

ایک انجانے
سفر میں وہ ملا
ہم تھے دونوں اجنبی
پھر نہ جانے
کس طرح
ہم ہوئے تھے ہم کلام
کچھ ہوئے وعدے بہم
دوستی پکی ہوئی
میں نے پوچھا
کیا سدا
تم یونہی چاہو گے دوست
اس نے پھر ہنس کر کہا
یہ بھی کوئی
! جان من
پوچھنے کی بات ہے

ہو گیا

اس پر یقیں

پھر ذرا سی بات پر

وہ جدا مجھ سے ہوا

بھول کر باتیں سبھی

ہو گئے ہم بے وفا



بنتی ہے روگِ دل کا محبت کبھی کبھی
کرتی ہے زخم زخم عنایت کبھی کبھی

خوابوں پہ کوئی پہرہ نہیں ہے مگر اے دوست
اچھا ہو شب بھی کھولے حقیقت کبھی کبھی

اس دل کے آئینے میں ذرا بال تک نہ آئے
کرتی ہوں اس لیے میں شکایت کبھی کبھی

تم لاکھ ہم پر جور و ستم کو روا رکھو
لیکن ذرا سی یار عنایت کبھی کبھی

ہم بھی تمہارے چاہنے والوں میں ہیں شمار
دیکھا کرو ہماری بھی حالت کبھی کبھی

میں اِس طرف ہوں اور وہ تمثیلہ اُس طرف
لگتی ہے دل پہ بار یہ صورت کبھی کبھی



غور سے دیکھ کائنات ذرا
زندگی کو نہیں ثبات ذرا

یہ بھی ممکن ہے پار لگ جاؤں
میری جانب بڑھاؤ ہات ذرا

خود بخود سب نقاب اتریں گے
جب بڑھیں گے تعلقات ذرا

تم رہو گے سدا مرے بن کر
تم سے رکھوں توقعات ذرا

کبھی فرصت ملے تو سن لینا
تجھ سے کرنی ہے ایک بات ذرا

تھوڑی فرصت ملے تو تمثیلہ
دیکھ ماضی کے واقعات ذرا





لوٹ جاتا ہے جانے کس جانب
میری بستی سے پار ہوتا ہوا

میرے دامن میں آ گرا دیکھو
اک ستارہ غبار ہوتا ہوا

میں نے دیکھا ہے دل کے پاس سدا
ایک شعلہ شرار ہوتا ہوا

تیری جانب کھنچا ہی رہتا ہے
دل مرا بے قرار ہوتا ہوا

تیر فرقت کا دیکھ تمثیلہ
میرے سینے سے پار ہوتا ہوا

ہم نے تجھ کو سبق پڑھایا ہے
پیار کیا ہے تجھے بتایا ہے

خود بھٹک کر تجھے مرے ہمدم
زندگی کا پتا بتایا ہے

میں نے تجھ سے ہے کب شکایت کی
کیوں گلہ تیرے لب پہ آیا ہے

دھوپ میں جو تمہارے سر پر ہے
یہ میری زُلف ہی کا سایہ ہے

ہم نے سب کچھ گنوا دیا پھر بھی
وہ پرایا تھا وہ پرایا ہے

لاکھ تمثیلہ دل کو سمجھایا
یہ مگر راہ پر نہ آیا ہے



تم اگر اک قدم بڑھاؤ گے
اپنے پہلو میں مجھ کو پاؤ گے

اشک آنکھوں کو سوچنے والے
کس قدر اور تم رلاؤ گے

ایک دن تم بھی میری فرقت میں
دیکھ لینا کہ دل جلاؤ گے

مجھ کو پاؤ گے سرخ رو اکثر
تم مجھے جب بھی آزماؤ گے

میں نہ کہتی تھی باز آ جاؤ
دل ! کسی روز ٹوٹ جاؤ گے

دوستی پتھروں سے تمثیلہ
اس سے کہنا کہ ٹوٹ جاؤ گے



مجبور کس قدر یہاں ہوتی ہیں لڑکیاں
سینے کے داغ اشک سے دھوتی ہیں لڑکیاں

کر کے نثار اپنی محبت کے سارے پھول
اپنے جگر میں خار چبھوتی ہیں لڑکیاں

جن کے نفس نفس سے ہوس آشکار ہو
ایسی بھی اس جہان میں ہوتی ہیں لڑکیاں

ہنستی ہیں ایک بار کسی اجنبی کے ساتھ
پھر ساری عمر ٹوٹ کے روتی ہیں لڑکیاں

اپنے دل و نگاہ پر جن کی گرفت ہو
شب بھر وہی تو چین سے سوتی ہیں لڑکیاں

تمثیلہ زندگی کے سمندر کی تہہ میں
کچھ سیپیوں کی روپ میں ہوتی ہیں لڑکیاں





زخم سینے کے میں دکھاؤں کیسے
راز داں اپنا میں بناؤں کیسے

کوئی قائل نہیں محبت کا
دل کی باتیں بھلا سناؤں کیسے

میری قسمت میں ہے اکیلا پن
یاد کر کے میں بھول جاؤں کیسے

سب کو میں آزما چکی کب کی
اب بتاؤ میں آزماؤں کیسے

درد ہے کرے محسوس خود کوئی
ذخم نہیں تمثیلہ دکھاؤں کیسے



قصہ غم اے سنانا کیا
آزمائے کو آزمانا کیا

شبِ فرقت کے ان اندھیروں میں
ایک جگنو کا ٹمٹمانا کیا

رنج و آلام کے علاوہ دوست
دے بھی سکتا ہے یہ زمانہ کیا

بارشِ سنگ ہو جہاں ہر پل
ایسے موسم میں ٹوٹ جانا کیا

دیکھ کے دل مرا بتاؤ تو
ٹھیک بیٹھا ترا نشانہ کیا



یہ رتجگے یہ شامِ الم یہ اُداسیاں
اپنا نصیب ہوں گے ہمیں یہ نہ تھا گماں

شدت تھی اس لیے مرے سینے میں درد کی
وہ میرا دلرُبا مجھے وہ دیتا تسلیاں

اپنا نہیں ہے کوئی جہانِ خراب میں
کس کو سنائیں اپنے مقدر کی داستاں

آخر اس نے مجھ سے بچھڑنے کی بات کی
جس کو میں جانتی تھی سفر کے لیے اماں

کاٹی ہے لاکھ حیلے بہانوں سے زندگی
آیا نہ ہم کو راس کسی طور یہ جہاں

تمثیلہ لے کے جاؤں کہاں دل کی آرزو
دشمن ہوا ہے میری جوانی کا آسماں



وہ ہے کیسا یہ پالیا میں نے
اُس سے دامن چھڑا لیا میں نے

زخم اپنوں نے جو دیا مجھ کو
اس کو دل میں چھپا لیا میں نے

راس آیا نہ یہ جہاں مجھ کو
گھر فلک پر بسا لیا میں نے

تو نے دامن پہ جو لگایا داغ
اپنے دل پر سجا لیا میں نے

سارے عالم میں ایک تُو تھا میرا
تجھ کو بھی آزما لیا میں نے

زندگی بوجھ ہے تو تمثیلہ
بوجھ سر پر اٹھا لیا میں نے



کاش مجھ کو بھی کسی طور محبت ہو جائے
کوئی تو شخص یہاں میری ضرورت ہو جائے

یہ بھی ممکن ہے شبِ ہجر کی دیوار گرے
مجھ پہ خورشیدِ محبت کی عنایت ہو جائے

ایک افسانہ سمجھتا ہے زمانہ جس کو
عین ممکن ہے فسانہ وہ حقیقت ہو جائے

کس قدر ہوشربا ہیں تیری باتیں ہمدم
جن کو سنتے ہی یہ مسرور طبیعت ہو جائے

اِک یہی خوف کہ ہنسنے نہیں دیتا مجھ کو
تیرے غم میں نہ کسی روز خیانت ہو جائے

راحتِ دیدہ و دل تھا وہ جو تمثیلہ کبھی
اب اُس نام کو سن کر مجھے وحشت ہو جائے



درد سارے بھلائے رکھتی ہوں
ہنسی لب پر سجائے رکھتی ہوں

شبِ فرقت میں تیری یادوں کے
دِیپ سارے بجھائے رکھتی ہوں

دل کے ویراں سے کھنڈر میں سدا
شمع غم کی جلائے رکھتی ہوں

اپنے اشکوں سے دھو کے اپنا بدن
خود کو میں جگمگائے رکھتی ہوں

اُس زمانے کی دھوپ میں سر پر
تیری یادوں کے سائے رکھتی ہوں

اُن کی چاہت کے گیت تمثیلہ
اب میں گنگنائے رکھتی ہوں



دشتِ فرقت میں ہم سفر کوئی
راستے میں نہیں شجر کوئی

ہم نکالیں گے اِن اندھیروں سے
دیکھ لینا کبھی سحر کوئی

زندگی کے طویل رستوں پر
ہم قدم ہے نہ چارہ گر کوئی

اُس کی فرقت میں کیسے جیتی ہوں
جس کو میری نہیں خبر کوئی

ایک غم کے سوا اے تمثیلہ
اَب تو آتا نہیں اِدھر کوئی





وہ جو دلرُبا میرے ساتھ ہو میری زندگی میں بہار ہو
کھلیں پھول راہوں میں جا بجا دلِ مضطرب کو قرار ہو

میرے آس پاس ہو چاندنی مرے رو بہ رو رہے روشنی
شبِ غم کا ٹوٹے فسوں اگر مرے ساتھ میرا جو یار ہو

مجھے بازوؤں میں لپیٹ لے میری کرچیوں کو سمیٹ لے
کوئی غم گسار ہو اس طرح کوئی ایسا چاہت شعار ہو

میرے دل کا غنچہ کھلا رہے میری دھڑکنوں کو دوام ہو
میری آرزو کے گلستاں پہ ہمیشہ ایسا نکھار ہو

کوئی خوف مجھ میں مکیں نہ ہو جو جدائی میرا یقیں نہ ہو
میرے جیسی کوئی کہیں نہ ہو جو یہ غم نہ سینے پہ بار ہو



تیری حسرت پہ آرزو تیری
مار ڈالے گی جستجو تیری

نوکِ خنجر سے کم نہیں ہمدم
تیرا لہجہ یہ گفتگو تیری

میرے پیشِ نظر رہی اکثر
اِس محبت میں آبرو تیری

جگمگاتی ہے چاند سی صورت
میری آنکھوں میں چار سُو تیری

تجھ سے مہکا ہے گلشنِ ہستی
غُنچہ غُنچہ ہے رنگ و بُو تیری

منتظر آج بھی ہے تمثیلہ
راہِ الفت میں خوب رو تیری



اور کس بات کا تقاضا ہے
تجھ سے اِک رات کا تقاضا ہے

میں تجھے ہار کر بھی جیت سکوں
یہ میری مات کا تقاضا ہے

میں تیرے غم میں ٹوٹ کر روؤں
مجھ سے برسات کا تقاضا ہے

توڑ دوں آج میں تجھے شیشے
اب یہی بات کا تقاضا ہے

راہِ الفت میں اے مرے ہمدم
اک ترے ساتھ کا تقاضا ہے

وہ تو اک بے وفا ہے تمثیلہ
اُس سے کس بات کا تقاضا ہے



وقت مجھ کو کہاں پہ لے آیا
مجھ سے باغی ہوا میرا سایہ

کوئی ایسا نقیب آئے جو
چھین لے میرا سارا سرمایہ

تیری یادوں نے پھر سے کروٹ لی
پھر مرا دل ہے آج گھبرایا

غم تو یہ ہے بھری بہاروں میں
آرزوؤں کا پھُول مُرجھایا

تجھ کو کھو کر نہ مسکرائی کبھی
میں نے آنچل کبھی نہ لہرایا

رنج و غم کے بغیر تمثیلہ
میرے حصے میں کچھ نہیں آیا



محبت کیسے ہوتی ہے

محبت دل سے ہوتی ہے

تو پھر شدت سے ہوتی ہے

عمل ہوتا ہے پھر اس پر

یہ بیگانہ بناتی ہے

پھر اک رشتے سے ناتے سے

یہ افسانہ بناتی ہے

ذرا سی بات کو ہمدم

یہ دیوانہ بناتی ہے

خرد کو بھول جاتی ہے

کبھی یہ اشک کی صورت

جگر کا خوں بہاتی ہے

کبھی یہ زخم کی صورت

بدن میں پھیل جاتی ہے

کبھی شعلے کی صورت یہ

شراروں میں جلاتی ہے

محبت ایسے ہوتی ہے

یہی ہمدم محبت ہے

فسانے ہیں سبھی باقی

یہی زندہ حقیقت ہے



تین اشعار

کسی کے پیار کی کوئی نشانی ہم نہیں رکھتے
کسی کو یاد بھی اکثر زبانی ہم نہیں رکھتے

دلِ سادہ کو کوئی بھی مگر اچھا نہیں لگتا
محبت میں کسی پر حکمرانی ہم نہیں رکھتے

ہمارے پیار کی کوئی اگر لکھنا بھی چاہے گا
تو کہہ دیں گے محبت تھی کہانی ہم نہیں رکھتے



زخمِ دل کو نہ گر ہوا دیتے
غم ہمیں اِس طرح جلا دیتے

ہم دکھاتے یہ دل کے داغ کیسے
کون تھا ہم جسے صدا دیتے

کتنا اچھا تھا دلِ وحشی
آنکھ کے راستے بہا دیتے

مار دیتی ہمیں شبِ فرقت
داغ سینے کے گر بجھا دیتے

عمر بھر کی مری وفاؤں کا
آپ کچھ تو مجھے صلہ دیتے

جیسے بھولا ہمیں وہ تمثیلہ
کاش ہم بھی اسے بھُلا دیتے



ماں

ساری دنیا چھان چکو تم
بستی بستی گھوم پھرو تم
اس کی محبت
اس کی چاہت
کہیں نہیں ہے ایسی شفقت
دھوپ کی شدت میں بنتی ہے
پیڑ کی ٹھنڈی چھاؤں جیسی
شہد سے میٹھی
لوری اس کی
جھیل سی گہری ہے آغوش
اس کی بانہوں کے سب ہالے

ندیا جیسی ٹھنڈک والے

اس کی محبت اس کی چاہت

ملتی نہیں ہے ایسی شفقت

ممتا کی ہے بات نرالی

ساری دنیا چھان چکو تم

بستی بستی گھوم پھرو تم



اُس کے ساتھ بھی ایسا ہو گا
اکثر آہیں بھرتا ہو گا

جیسے میں ڈرتی ہوں تنہا
وہ بھی تنہا ڈرتا ہو گا

بِکھری بِکھری زلفیں ہوں گی
اُترا اُترا چہرہ ہو گا

آدھی رات کو چپکے چپکے
میرے غم میں روتا ہو گا

شب بھر اُس کی بانہوں میں تھی
خواب میں اُس نے دیکھا ہو گا

تمثیلہ وہ میری صورت
اِس دنیا میں تنہا ہو گا



چین ملتا نہیں ذرا دل کو
لگ گئی کس کی بددعا دل کو

دھڑکنوں کو سنبھالنے کے لیے
دیتی رہتی ہوں حوصلہ دل کو

اس قدر کب بجھا بجھا ہوتا
کوئی ملتا جو آشنا دل کو

تیرے غم میں کمی نہ آجائے
یہ ہی دھڑکا رہا سدا دل کو

کتنی مدت سے بے قراری ہے
آ کبھی دیکھ تو ذرا دل کو

میں یہی سوچتی ہوں تمثیلہ
لوگ کہتے ہیں کیوں بُرا دل کو



چاک دامانِ تمنا کبھی سینے نہ دیا
تیرے ہی غم نے مجھے چین سے جینے نہ دیا

بوجھ ہلکا مجھے سینے کا تو کرنے نہ دیا
اپنی بربادی پہ اُس شخص نے رونے نہ دیا

دشمنِ جاں سے مجھے کوئی نہیں ہے شکوہ
مجھ کو احباب نے ہی چین سے مرنے نہ دیا

آبرو جس کی زمانے میں مرے دم سے ہوئی
معتبر اُس نے جہاں میں مجھے ہونے نہ دیا

میں سمجھتی تھی جسے اپنا مسیحا اَکثر
زخم سینے کا اُس شخص نے بھرنے نہ دیا

آبرو عشق کی محفوظ رکھی تمثیلہ
غم کا دریا کسی موسم میں اُترنے نہ دیا



اپنی بربادی کا مجھ کو غم نہیں
آنکھ میری اس لیے پُرنم نہیں

ہم لڑیں گے فیصلہ کن معرکہ
دیکھنا اب تم نہیں یا ہم نہیں

سر اٹھائے گی مرے دل میں کہیں
اب کسی حسرت میں اتنا دَم نہیں

تیرا غم میری جوانی کھا گیا
جسم کے پہلے سے زیرو بم نہیں

چھا گئی ہے ہر طرف اِک بے حسی
اَب کسی بھی بات پر ماتم نہیں

ٹوٹ کے روتی ہوں تمثیلہ بہت
آنکھ میری اب ذرا بھی نَم نہیں



التجا

اِک عمر سے بیٹھی ہوں

میں تیری تمنا میں

آنکھوں میں لیے سپنے

میں تیری تمنا میں

اس راہِ محبت پر

اِک عمر سے بیٹھی ہوں

اِک عمر ہوئی تجھ کو

دیکھا نہ سنا جاناں

اِک عمر سے سینے میں

بے چین میرا دل ہے

اِک عمر سے جلتا ہے

دامانِ طلب میرا

بس اتنی گزارش ہے

اِک بار چلے آؤ

دیکھوں میں تجھے جاناں

آنکھوں کو ملے ٹھنڈک

اس دل کو قرار آئے

سب زخم بھریں جاناں

سینے میں بہار آئے

اِک بار چلے آؤ

اِک بار چلے آؤ



دو شعر

اشک آنکھوں میں تمہارے نہیں دیکھے جاتے
ٹمٹماتے یہ ستارے نہیں دیکھے جاتے

ڈوبتی کشتی کو بچایا بھی نہیں جا سکتا
اور آنکھوں سے نظارے نہیں دیکھے جاتے



آنکھوں میں کوئی اشک بھی آنے نہیں دیا
اپنی اَنا کو میں نے بکھرنے نہیں دیا

جن راستوں پر دونوں چلے تھے ، تری قسم
خود سے اُنہیں جُدا کبھی ہونے نہیں دیا

تو نے لکھے ہیں میرے مقدر میں ایسے غم
کوئی بھی زخم وقت نے بھرنے نہیں دیا

جاناں تمھارے رنج و الم کے غبار نے
پیراہِن حیات کو دھونے نہیں دیا

مجھ کو تمہارے بعد بہاروں نے بھی اے دوست
جُوڑے میں کوئی پھول پِرونے نہیں دیا

اِک پل کو بھول جاؤں تمثیلہ میں اُسے
ایسا کوئی بھی حادثہ ہونے نہیں دیا



ایسا تو کبھی آنکھ میں منظر نہیں آیا
اِک بار مری سمت مقدر نہیں آیا

حیران ہوں اس بات پہ میں تجھ سے بچھڑ کر
رستے میں تو اِک آدھ بھی پتھر نہیں آیا

گو سارے زمانے سے ہوئی دوستی اس کی
وہ پھر بھی مرے قد کے برابر نہیں آیا

اُڑتی ہے تیری یاد کی ہر سمت جہاں دُھول
دل آج بھی اُس دشت سے باہر نہیں آیا

جس چاند سے رہتے تھے درو بام منور
اک عمر ہوئی لوٹ کے وہ گھر نہیں آیا

تمثیلہ میرا درد بھی کیا درد ہے جس کو
آرام کسی طور میسر نہیں آیا



دل میں حسرت تری مچلتی رہی
میری آنکھوں میں رات ڈھلتی رہی

تیری فرقت میں عمر بھر اے دوست
شمع کی مثل میں تو جلتی رہی

میری آنکھوں سے اشک گرتے رہے
دل کی حسرت یونہی نکلتی رہی

شدتِ درد میں کمی نہ ہوئی
اس کی صورت فقط بدلتی رہی

وقت کو کون روک پایا ہے
عمر ڈھلنی تھی عمر ڈھلتی رہی

پُر خطر راستوں پہ تمثیلہ
زندگی کے میں ساتھ چلتی رہی



تنہا تنہا رہنا ہے
غم کی آگ میں جلنا ہے

تیری خاطر گم سم گم
چپکے چپکے چلنا ہے

ہم نے سوچا ہے یہ اب
اپنا آپ بدلنا ہے

بن کر سایہ یادوں کا
اندر اندر ڈھلنا ہے

تیرے خوابوں کا منظر
آنکھوں میں ہی رکھنا ہے

سوچوں میں گم تمثیلہ
ہر موسم میں رہنا ہے



تجھ کو کھو کر بھی جی رہی ہوں میں
زہر جیون کا پی رہی ہوں میں

اشکِ غم سے پھر ایک داغِ جگر
شبِ فرقت میں سی رہی ہوں میں

زندگی کا بھرم نہ کھو جائے
اِک اسی ڈر میں جی رہی ہوں میں

مجھ سے شکوہ نہ کر زمانے کا
تیرے ہمراہ بھی رہی ہوں میں

تیری خواہش تری خوشی کے لیے
اِک تماشہ بنی رہی ہوں میں

اُس سے ملتی نہیں میں تمثیلہ
جس کی خاطر ہی جی رہی ہوں میں



میرے حق میں دعا نہیں کرتا
میرا اتنا بھلا نہیں کرتا

دلِ ناداں ترے در کے بغیر
کسی در پر صدا نہیں کرتا

جو لہو سے چراغ ہو روشن
وہ ہوا سے بجھا نہیں کرتا

وہ پشیماں جو نہیں تو پھر
کیوں مرا سامنا نہیں کرتا

ہر کسی کو خدا زمانے میں
ورد سے آشنا نہیں کرتا

اچھا ہوتا ہے جو بھی تمثیلہ
وہ کسی کا بُرا نہیں کرتا



کوئی دھڑکن ابھی جلی ہوئی ہے
دل کے آنگن میں روشنی ہوئی ہے

جس کو سب سے عزیز تر جانا
بوجھ ہم پر وہ زندگی ہوئی ہے

تیری چاہت میں ہم وہاں ہیں جہاں
سارے عالم سے دشمنی ہوئی ہے

آج دیکھا ہے غور سے خود کو
خود سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے

تجھ کو کھو کر ہر اِک خوشی میری
رنج و آلام میں ڈھلی ہوئی ہے

شبِ فرقت میں آج تمثیلہ
ایک جگنو سے دوستی ہوئی ہے



دل کا عذاب

میرے دل کے عذاب دیکھ ذرا

دل کا خانہ خراب دیکھ ذرا

تو نے اس بات کو کبھی سوچا

بے سبب کوئی غم نہیں ہوتا

لاکھ چاہو ہنسی نہیں آتی

گرنے لگتے ہیں بات بات پر اشک

چاہتیں ہیں عذاب جیون کا

لمحہ لمحہ غموں کی بارش ہے

دُکھ میں ڈوبی ہر ایک خواہش ہے

میرے دل کے عذاب دیکھ ذرا

تجھ کو کھو کر میں اک زمانے سے

لمحہ لمحہ اداس رہتی ہوں

زندگی مجھ سے اجنبی ٹھہری

موت کے آس پاس رہتی ہوں
تجھ کو معلوم ہی نہیں ہمدم
جس اذیت سے میں گزرتی ہوں
اپنے اندر میں ٹوٹ کر ہر پل
آئینوں کی طرح بکھرتی ہوں



دل میں ہر درد کو جگہ دی ہے
اِس محبت نے کیا سزا دی ہے

جب بھی بُجھنے لگے غموں کے چراغ
اپنے دامن سے پھر ہوا دی ہے

تجھ کو ڈھونڈا گلی گلی میں نے
بستی بستی تجھے صدا دی ہے

تجھ کو احساس تک نہیں آیا
دل کی نازک کلی جلا دی ہے

آنکھ کے راستوں سے سجدوں میں
تیری ہر آرزو بہا دی ہے

سخت جاں کس قدر ہے تمثیلہ
زخم کھا کر بھی مسکرا دی ہے



شبِ بے نور میں دیا صاحب
ایک جھونکے سے جل بجھا صاحب

میں نے اس کو سنبھال رکھا ہے
تُو نے جو درد بھی دیا صاحب

رنج و آلام کے بغیر بتا
تو نے کیا مجھ کو ہے دیا صاحب

آج بھی دیکھ کہ سلامت ہے
مجھ میں جینے کا حوصلہ صاحب

کس قدر بے وفا سے لگتے ہو
اُس کا شاہد ہے آئینہ صاحب

جانِ تمثیلہ ایک تُو ہی نہیں
ساری دنیا ہے بے وفا صاحب



دل کے آنگن میں

آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں
ہر طرف
ایک دھول اُڑتی ہے
آرزوئیں
تمام ننگے سر
تیری فرقت میں بین کرتی ہیں
حسرتوں کے
بدن نحیف ہوئے
دل کے ارماں
کبھی ضعیف ہوئے
آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں
کس قدر
بے بسی سی چھائی ہے

حشر برپا ہے
اِک دہائی ہے
زندگی
زخم میں ڈھلی ہوئی ہے
میری ہستی
جلی بجھی ہوئی ہے
آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں



دوشعر

اپنی آنکھوں میں محبت کی خوشبو لے کر
دل کے خانے میں کئی لوگ اُتر جاتے ہیں

بارہا ہم نے محبت میں بہت دیکھا ہے
ہِجر میں عشاق بھی مر جاتے ہیں



جو بھی غم ہے وہ غم بلا کا ہے
حوصلہ پھر بھی انتہا کا ہے

میں جو روشن ضمیر ہوں مادر !
یہ اَثر آپ کی دعا کا ہے

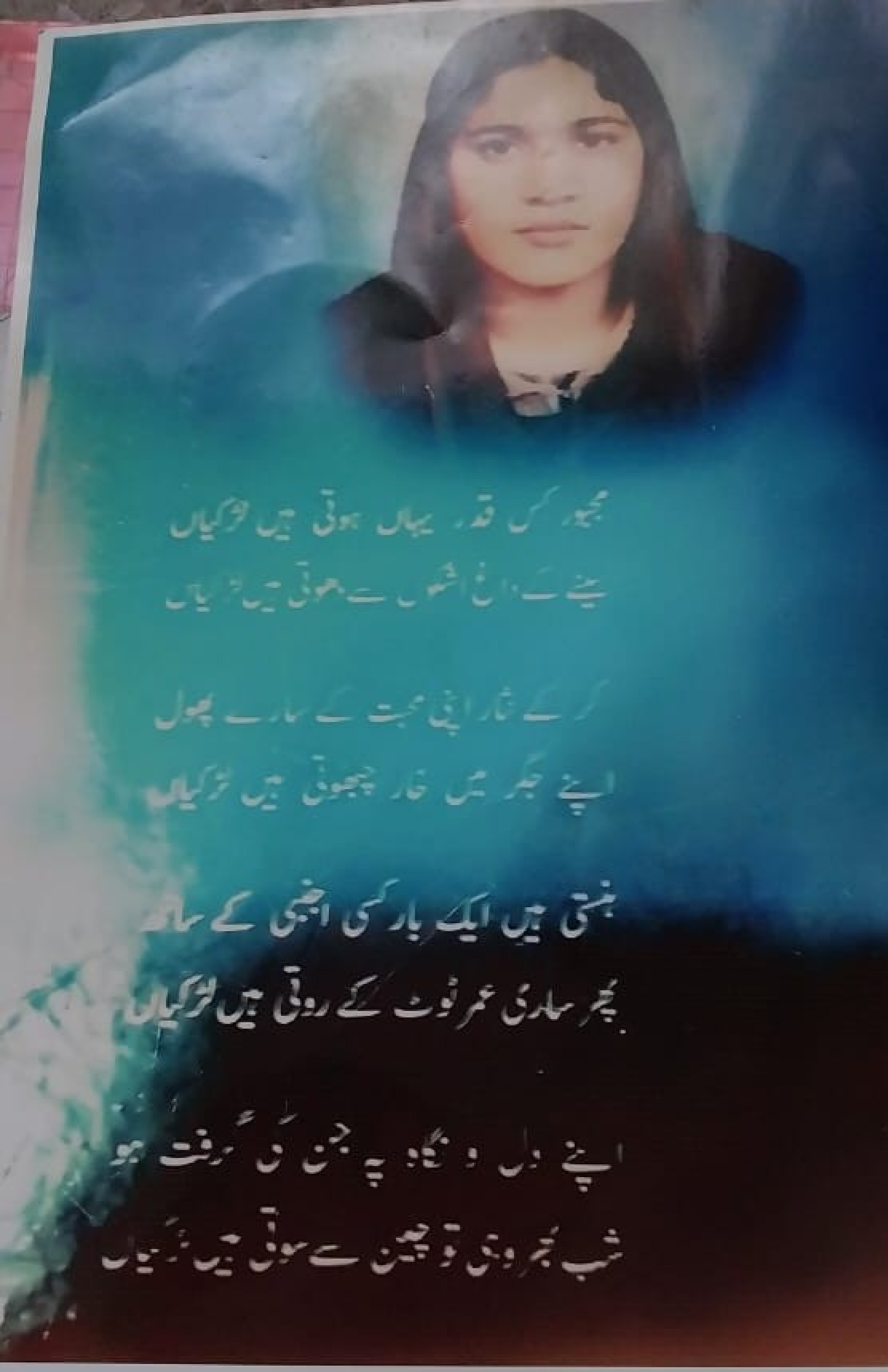
دلِ وحشی کو کون سمجھائے
یہ تو ضدی میاں بلا کا ہے

میرے دامن میں داغ ہیں جتنے
یہ اثاثہ مری وفا کا ہے

زخم دیتا ہے مُسکرا کر وہ
خوب انداز بے وفا کا ہے

میں امانت ہوں اُس کی تمثیلہ
ہر نفس میرا دلرُبا کا ہے





مجبور کس قدر یہاں ہوتی ہیں لڑکیاں
جینے کے داغ اشکوں سے دھوتی ہیں لڑکیاں
کرکے نثار اپنی محبت کے سارے پھول
اپنے جگر میں خار چبھوتی ہیں لڑکیاں
ہنستی ہیں ایک بار کسی اجنبی کے ساتھ
پھر ساری عمر ٹوٹ کے روتی ہیں لڑکیاں
اپنے دل و نگاہ پہ جن کی گرفت ہو
شب بھر وہی تو چین سے سوتی ہیں لڑکیاں